Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Military Role of early Muslim Women in Islamic Conquests and Contemporary Imperatives

فتوحات اسلام میں قرن اول کی مسلم خواتین کا عسکری کردار اور عصری تقاضے

Muhammad Khalid
FG Public School, Shershah Road Multan Cantt.
drkhalid931@gmail.com
0306-8767557
Ahsan Ali
Visiting Lecturer IUB &Mufti Jamia Misbahul Uloom Mailsi
ahsan5859574@gmail.com
0301-5859574

Abstract

By the study of history pages, it is clear that most of Muslim women participated in various ways in invasions, battles and wars. Although Jihad was not made obligatory on women, but according to the need of circumstances much wisdom were hidden behind the permission of Holy Prophet (PBUH). As the reasons, behind this permission were to encourage women, to respect women's passion for religious service as well as to establish and sustain social peace and order. Therefore, Muslim women participated in different wars and performed different types of services. Rather, sometimes according to the conditions and needs, women showed their exemplary skills in the battle field. Therefore, it will not be out of place to say that the spirit and role of these Muslim women in the conquests of Islam was unparalleled in the early history of Islam, they acted with great bravery and perseverance and their role is a prominent part of Islamic history.

_Key words__: Obligatory, hidden, establish, passion, hidden and sustain._

جس طرح جسم کو زہر اور بیماری سے بچانے کے لیے بعض حالات میں عمل جراحی کے ذریعے اعضاء کو کاٹنا انتہائی ناگزیر ہو جاتا ہے اسی طرح انسانی معاشرے کو بدامنی، فتنہ وفساد کے زہریلے اثر سے بچانے کے لیے بعض اوقات فتنہ گر اور امن دشمن افراد کی سرکوبی بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ فتنہ وفساد کے خاتمے سے انسانیت کے لیے پرامن فضاء کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔ اسلام میں قتال وجہاد کی اجازت اور اس کا مقصد بھی فتنہ وشرک کا خاتمہ اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

بعثت نبوی ﷺ کے بعد نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو جو مشکلات پیش آئیں وہ تاریخی اعتبار سے مصدقہ اور اظہر من الشمس ہیں۔ امتحان کی سخت گھڑی میں جہاں صحابہ کرامؓ نے قدم قدم پر نبی کریم ﷺ کا ساتھ دیا وہاں ان مقدس خواتین نے جو کہ صحابیاتؓ کے اعلیٰ مقام پر متمکن تھیں بے شمار قربانیاں دیں اور قیامت تک آنے والے طبقہ نسواں کے لیے عظیم الشان مثالیں چھوڑی ہیں جن پر عمل کر کے آج کی خواتین بھی روحانی تسکین حاصل کر سکتی ہیں۔ جذبہ عمل اور ایثار و قربانی کی اس تاریخ میں سب سے پہلے ایک خاتون نے دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ وہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ جس طرح ایک خاتون نے سب سے پہلے دعوتِ حق پر لبیک کہا اسی طرح راہِ حق میں سب سے پہلے جان قربان کرنے والی بھی ایک خاتون تھیں جن کا نام حضرت سمیہؓ تھا۔

نبی کریم ﷺ کی پاک صحبت اور فیضِ تربیت نے جہاں ہمہ وقت حاضر رہنے والے صحابہ کرامؓ کے گروہ کو مجمع حسنات بنا کر دین اسلام کی حفاظت وصیانت کے لیے دنیا کے سامنے پیش کیا وہاں کنارِہ عاطفت میں بیٹھنے والی طاہرات صحابیات کو بھی مجسمہ محاسن اور مرقع جہاد بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اور دنیا کی بسنے والی تمام قومیں اور پردہ میں بیٹھنے والی خواتین خصوصی بھی ان سے اور ان کے عظیم الشان دائرہ عمل سے فیض حاصل کر سکیں جنہوں نے دنیا کو بھی یہ ثابت

کر دکھایا کہ دربار رسالت ﷺ سے تربیت یافتہ خواتین کے علاوہ یہ کارنامے تاریخ میں اور کہیں نہیں دیکھے جاسکتے ہیں۔

بلاشبہ صحابیات کا ایمان شعوری اور مثالی تھا۔ صنفِ نازک ہونے کے لحاظ سے عورت جتنی کمزور ہوتی ہے اسلامی جذبہ اور شعور اس کو اتنا مضبوط اور ناقابل تسخیر بنادیتا ہے۔ تاریخ اسلام ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے جب خواتین اسلام نے کمرِ ہمت باندھی تو ان کے جذبہ ایمانی نے مردوں کو ششدر کر دیا۔ مکی دور میں حضرت خدیجہؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ،(م73ھ /612ء)، حضرت ام شریکؓ،حضرت فاطمہ بنت محمد، حضرت عاصمہؓ، حضرت ام فکیہہؓ، حضرت زنیرہؓ اور حضرت نہدیہؓ وغیرہ کی فقید المثال قربانیاں درسِ ایمان دیتی نظر آتی ہیں۔

اگرچہ شجاعت سر زمین عرب کا خاصا تھا اسلام آیاتو اس نے اپنی ہمہ گیر خوبیوں کی بناپر اس وصف کو اور زیادہ ابھرنے کے موقع دیاتو مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی شجاعت وبہادری سے اسلام کی خدمت کی اور انہوں نے اپنی خداداد شجاعت سے وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیئے کہ دنیاکے لیے ضرب المثل بن گئیں ۔ دین وملت کے لیے وہ قربانیاں پیش کیں کہ جن کی مثال قیامت تک ملنا مشکل ہے۔ مدنی دور جو کہ عملی دور ہے اس میں جہاں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو میدانِ جہاد میں داد شجاعت دی وہیں اس معاملے میں مسلم خواتین بھی پیچھے نہ ہٹیں یعنی غزوات میں صحابیات بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ شرکت کرتی تھیں اور جنگی خدمات سر انجام دیتی تھیں۔ بعض صحابیاتؓ کے دل میں محبت رسول ﷺ اس قدر تھی کہ اگر وہ غزوات میں شریک نہ ہو سکتیں تو آپ ﷺ کی سلامتی کے لیے منت مان لیتی تھیں ۔ ایک صحابیہ نے منت مانی کہ اگر حضور ﷺ سلامتی سے واپس آگئے تو دف بجاکر خوشی مناؤں گی۔

چنانچہ امن واصلاح کے قیام میں صحابیات کی جہادی خدمات کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ ان کی شمولیت، اسباب،واقعات اور نتائج کی روشنی میں عصر حاضر میں ان کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگانا آسان ہو جائے۔

بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب معاشرے میں اکثر وبیشتر خانہ جنگی کے حالات رہتے تھے اور عربوں میں رواج تھا کہ خواتین کو جنگوں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اسلام کے بعد حق وباطل کے درمیان مختلف معرکے ہوئے، چونکہ نبی کریم ﷺ نے عرب معاشرے میں پرورش پائی تھی اسی لیے آپ ﷺ کی سنت مطہرہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی کسی نہ کسی زوجہ محترمہ کو مختلف غزوات میں ساتھ لے جاتے تھے یعنی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں۔

جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ:

''كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَأَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي، فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الحِجَابُ ''۔[1]

''جب نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے جایا کرتے (اعتماد کے لیے) تو اپنی ازواج میں قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکل آتا آپ ﷺ انہیں ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک غزوہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس مرتبہ میرا نام آیا اور میں آپ ﷺ کے ساتھ گئی۔ یہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے''۔

اسی طرح "الاصابہ" میں "سلمٰی بنت حفصہؓ" کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

''زوج المثنى بن حارثة الشيبانيّ الفارس المشهور في فتوح العراق،تزوجها سعد بن أبي وقّاص بعد موت المثنى، وشهدت معه القتال في القادسية وغيرها''۔[2]

''سلمٰی بنت حفصہؓ، مثنی بن حارثہ شیبانی جو عراق کی فتوحات کا مشہور شہسوار ہے ان کی زوجہ ہیں۔ مثنی کی وفات کے بعد ان سے سعد بن ابی وقاصؓ نے نکاح کیا۔ وہ قادسیہ وغیرہ کی لڑائیوں میں اپنے خاوند کے ساتھ شریک ہوئی تھیں''۔

چنانچہ اگر اس پہلو سے پہلی صدی ہجری کی خواتین کی عسکری سرگرمیوں کا جائزہ لیاجائے تو جن خواتین کے نام سامنے آتے ہیں ان میں سے نسیبہ بنت کعبؓ بھی ہیں جو اپنی کنیت ام عمارہ ؓ سے مشہور ہیں انہوں نے خلافتِ اسلامی کے اولین دور کے متعدد غزوات میں شرکت کی یعنی حضرت ام عمارہؓ نے غزوات میں مختلف رفاہی خدمات سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ جنگ کے میدان میں جدال وقتال بھی کیا یعنی جہاد میں عملی شرکت بھی کی۔ ابن حجر، الاصابہ میں حضرت ام عمارہ ؓ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:

''خرجت أول النّهار ومعي سقاء فيه ماء، فانتهيت إلى رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله وسلّم وهو في أصحابه والرّيح والدّولة للمسلمين، فلما انهزم المسلمون انحزت إلى رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله وسلّم، فجعلت أباشر القتال، وأذبّ عن رسول اللّه صلّى اللّه عليه وآله وسلّم بالسّيف، وأرمي بالقوس حتى خلصت إليّ الجراحة''۔[3]

''میں احد کے دن نکلی میرے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ، اس وقت آپ ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تھے، غنیمت اور فتح میں اس وقت مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور انہیں دبدبہ حاصل تھا۔ جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو میں رسول اللہ ﷺ کی طرف چلی اور کفار سے قتال کرنے لگی اور انہیں تلوار کے ساتھ آپ ﷺ سے دور کرنے اور تیر اندازی کرنے لگی یہاں تک کہ مجھے کئی زخم آئے''۔

چنانچہ حضرت ام عمارہ ؓ نے غزوہ احد میں جس بہادری اور جسمانی قوت کا مظاہرہ کیا وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کر سکتی ہیں۔ حضرت ام عمارہ ؓ ذہنی اور اعصابی طور پر اس قدر مضبوط ثابت ہوئیں کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے ساتھ ساتھ تلوار لے کر میدانِ جنگ میں کود پڑیں۔ مگر میدان جنگ سے بھاگنا گوارا نہ کیا اور آپ ﷺ کے دفاع میں مردوں کی طرح قوت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

اسی واقعہ کو ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں یوں ذکر کیا ہے کہ ام عمارہ ؓ نے اسلحہ اٹھایا اور مسلمانوں کو شکست سے دوچار ہونے سے بچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا۔ عمر بن خطاب ؓ کہا کرتے تھے کہ میں نے احد کے دن رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

[مَا الْتَفَتُّ يَمِينًا وَلا شِمَالا إِلا وَأَنَا أَرَاهَا تُقَاتِلُ دُونِي]۔[4]

''میں نے جب بھی دائیں بائیں دیکھا، ام عمارہؓ کو دیکھا وہ میری طرف سے دفاع کر رہی ہیں''۔

چودھری عبد الغنی حضرت صفیہ ؓ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

'' غزوہ خندق کے موقع پر تمام مستورات کو قلعہ میں حفاظت کے خیال سے پہنچا دیا گیا۔ یہ قلعہ حضرت حسان بن ثابتؓ کی ملکیت تھا اور یہ قلعہ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کی آبادی کے ساتھ تھا۔ حضرت حسان کو نگرانی کے لیے مقرر کر دیا گیا۔ یہودی یہ دیکھ کر کہ تمام مرد تو حضور ﷺ کے ساتھ چلے گئے ہیں قلعہ پر حملہ آور ہوئے ۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ حضرت صفیہؓ (حضور ﷺ کی پھوپھی) کی نظر اس پر پڑ گئی۔ حضرت حسان کو انہوں نے توجہ دلائی مگر انہوں نے بیمار ہونے کی وجہ سے معذوری ظاہر کی۔ اس پر حضرت صفیہؓ نے خیمے کی چوب اکھاڑی اور قلعے سے اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے دے ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ پھر اس کا سر کاٹ کر میدان جنگ میں پھینک دیا گیا جس سے یہودیوں کو یقین ہو گیا۔ کہ قلعے میں فوج موجود ہے۔ اس خوف سے انہوں نے حملے کی جرأت نہ کی''۔[5]

غلام غوث ہزاروی اپنی کتاب "جنگ سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں" میں لکھتے ہیں:

'' غزوہ حنین کے دوران جب مسلمان سست پڑ گئے تو حضرت ام ابانؓ فلک بوس نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھیں اور دشمن پر اکیلے ہی اتنی زور سے حملہ کیا کہ جو بھی آپؓ کی تلوار کے سامنے آتا تو خون میں تڑپنے لگتا۔ غزوہ کے بعد حضور پاک ﷺ نے آپؓ کی شجاعت کی داد دی اور آپؓ کے لیے دعائے خیر کی''۔[6]

چنانچہ صحابیات کے عملی جہاد میں شرکت کے بھی متعدد واقعات تاریخی کتب میں آتے ہیں کہ جنہوں نے جرات کے ساتھ میدان جنگ میں شامل ہو کر عملی شرکت کی اور داد شجاعت حاصل کی۔

عہد خلفائے راشدینؓ بھی عہد رسالت کا تسلسل ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد بھی صحابیاتؓ کے جذبہ جہاد میں کوئی کمی نہ آئی۔ اسی جذبہ کے تحت عہد رسالت کی اکابر مجاہد صحابیاتؓ نے عہد خلفائے راشدین میں بھی جنگوں میں شرکت کی اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جیسا کہ

عبدالقیوم باکمال مسلمان خواتین میں لکھتے ہیں:

''حضرت ام عمارہؓ نے جنگ یمامہ میں شرکت کی اور مسلیمہ کذاب کی فوج کا بڑی شجاعت و بہادری سے مقابلہ کیا۔ اس مقابلے کے دوران آپ کا ایک بازو بھی شہید ہو گیا۔ لیکن آپ کو قطعاً اس کی پروانہ تھی اور آپؓ مسلیمہ کو قتل کرنے کی تلاش میں رہیں۔ آپؓ نے اسے مارنے کے لیے تلوار اٹھائی ہی تھی کہ ایک صحابی نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ آپؓ اس منظر کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئیں''۔[7]

حضرت ام عمارہؓ کے علاوہ ایک اور بہادر خاتون ام سلیم بنت ملحانؓ جو کہ ام حرام بنت ملحانؓ کی بہن تھیں۔ یہ دونوں ایک ہی حویلی میں رہتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں۔ یہ دونوں بہت بہادر خواتین تھیں اور جنگوں میں عملی طور پر شرکت کرتی تھیں۔ اس حوالے سے صحیح مسلم میں روایت مذکور ہے کہ:

[أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ اتَّخَذَتْ يَوْمَ حُنَيْنٍ خِنْجَرًا، فَكَانَ مَعَهَا، فَرَآهَا أَبُو طَلْحَةَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ مَعَهَا خِنْجَرٌ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا هَذَا الْخِنْجَرُ؟ قَالَتْ: اتَّخَذْتُهُ إِنْ دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، بَقَرْتُ بِهِ بَطْنَهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ]۔[8]

''حنین کے دن ام سلیمؓ نے خنجر لیا جو ان کے پاس تھا۔ حضرت ابو طلحہ ؓ نے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ام سلیمؓ ہیں اور ان کے پاس ایک خنجر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا یہ خنجر کیسا ہے؟ ام سلیمؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! اگر کوئی مشرک میرے پاس آئے تو اس خنجر سے اس کے پیٹ پھاڑ ڈالوں گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے''۔

بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب معاشرے میں اکثر و بیشتر خانہ جنگی کے حالات رہتے تھے اور عربوں میں رواج تھا خواتین کو جنگوں میں اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ اسلام کے بعد حق و باطل کے درمیان مختلف معرکے ہوئے، چونکہ آپ ﷺ نے عرب معاشرے میں پرورش پائی تھی اسی لیے آپ ﷺ کی سنت مطہرہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی کسی نہ کسی زوجہ محترمہ کو مختلف غزوات میں ساتھ لے جاتے تھے۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں۔

گویا کہ خواتین اپنے مردوں کے ساتھ جنگوں میں شرکت کرتی تھیں۔ عہدِ رسالت ﷺ اور عہد خلفائے راشدین کی خواتین کی جنگی سرگرمیوں کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ خواتین مختلف مقاصد کے تحت جنگوں میں شریک ہوا کرتی تھیں خواتین بطور معاون بھی جنگوں میں شامل ہوتی تھیں۔ وہ جنگوں میں مختلف امدادی کام سرانجام دیتی تھیں، امدادی کاروائیوں کے حوالے سے خواتین کی درج ذیل اہم خدمات سامنے آتی ہیں، ان میں سب سے اہم ذمہ داری جو خواتین جنگوں میں سرانجام دیتی تھیں وہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور ان کا علاج کرنا تھا یہ ایک نہایت حساس کام تھا جو خواتین احسن طریقے سے سرانجام دیتی تھیں، اس سلسلے میں ربیع بنت معوذؓ ہیں جو یہ کام انجام دیتی تھیں وہ فرماتی ہیں کہ:

''كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي وَنُدَاوِي الجَرْحَى، وَنَرُدُّ القَتْلَى إِلَى المَدِينَةِ''۔[9]

''غزوات میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں، پانی پلاتیں، زخمیوں کا علاج کرتیں اور مقتولین کو اٹھا کر مدینہ لاتیں''۔

اُمِّ لیلیٰ الغفاریہؓ کے بارے میں ابن حجر اپنی کتاب الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق بنو غفار سے تھا۔ نہایت مخلص صحابیہ تھیں طب اور جراحی میں مہارت رکھتی تھیں:

''كانت تخرج مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مغازيه تداوي الجرحى، وتقوم عَلَى المرضى''۔[10]

''نبی کریم کے ساتھ غزوات میں شامل ہوتی تھیں، زخمیوں کا علاج معالجہ کرتیں اور مریضوں کے پاس ٹھہرتی تھیں''۔

حمنہ بنت جحشؓ جو کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کی بہن تھیں ان کی کنیت ام حبیبہ تھی ان کے بارے میں ابن عبدالبر یوں لکھتے ہیں:

''كانت من المبايعات، وشهدت أحدا، فكانت تسقي العطشى، وتحمل الجرحى، وتداويهم''۔[11]

''بیعت کرنے والی خواتین میں سے تھیں، جنگ احد میں شریک ہوئیں، وہ پیاسوں کو پانی پلاتی تھیں، زخمیوں کو اٹھاتی اور ان کا علاج معالجہ کرتی تھیں''۔

ام عمارہؓ کا نام نسیبہ بنت کعبؓ تھا اور ام عمارہؓ ان کی کنیت ہے یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ حضرت ام عمارہؓ کئی غزوات میں شامل ہوئیں اور مختلف قسم کی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت ام عمارہ کے تذکرے میں محمد بن سعد یوں رقم طراز ہیں کہ:

’’خَرَجَتْ مَعَهُمْ بِشَنٍّ لَهَا فِي أَوَّلِ النَّهَارِ تُرِيدُ أَنْ تَسْقِيَ الْجَرْحَى،وَمَعَهَا عَصَائِبُ فِي حَقْوَيْهَا قَدْ أَعَدَّتْهَا لِلْجِرَاحِ فَرَبَطَتْ جُرْحِي‘‘۔[12]

’’زخمیوں کی مدد کرنے اور ان کو پانی پلانے کے ارادے سے مجاہدین کے ساتھ وہ سویرے ہی میدان کی طرف روانہ ہو گئیں تھیں۔ان کے بیٹے نے کہا کہ ان کے ساتھ پٹیاں بھی کرتی تھیں جو زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے انہوں نے تیار کر رکھی تھیں چنانچہ انہوں نے میرے زخم کو بھی ایک پٹی سے باندھا‘‘۔

گویا کہ خواتین میدان جنگ میں بطور معاون اہم رکن تھیں۔جنگ کا میدان، جہاں ہر وقت تیروں کی بوچھاڑ اور تلواریں نیاموں سے باہر ہوتی تھیں اس سنگین صورتحال میں خواتین کا زخمیوں کا اٹھا کر ان کا علاج کرنا نہایت حوصلہ مندی کا کام ہے۔کیونکہ خواتین طبعی طور پر نازک مزاج ہونے کی وجہ سے اس قسم کے حالات کا سامنا کرنے سے عموماً گھبرا جاتی ہیں۔لیکن خواتین کا صدر اسلام کی جنگوں میں شرکت اور بلند حوصلے سے زخمیوں کا علاج اور دیکھ بھال کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ حوصلہ مند اور فرض شناس ڈاکٹر اور نرسیں تھیں۔جن کو اپنی ذمہ داری کا بھرپور احساس تھا۔آج بھی خواتین فوج میں یہی خدمات سرانجام دے رہی ہیں اور اس باعزت پیشہ کے ذریعہ رزقِ حلال کما رہی ہیں۔

اسی طرح خواتین میدان جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کرتی تھیں۔چونکہ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور میدان جنگ میں خواتین کا فوجیوں کو کھانا فراہم کرنا ایک اہم رفاہی خدمت ہے۔اس بارے میں حضرت ام عطیہ انصاریہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

’’غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ، فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ، وَأُدَاوِي الْجَرْحَى، وَأَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى‘‘۔[13]

’’میں نے سات غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت کی، ان کے پیچھے ان کے سامان کے ساتھ رہتی۔میں ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی‘‘۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، غزوہ خندق، کے ضمن میں خواتین کی اس خدمت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

’’بعض انصاری خواتین جیسے حضرت ام سلیمؓ وغیرہ نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے مجاہدین کے لیے کھانے پینے کا انتظام کیا تھا۔جو محاصرہ کے دوران سب سے بڑی خدمت تھی۔شدتِ محاصرہ سے مسلمانوں پر اتنا سخت وقت آیا کہ کئی کئی دنوں تک دانہ اڑ کر منہ میں نہیں گیا اور بسا اوقات ان کو درختوں کی پتیاں کھا کر گزارہ کرنا پڑا۔بھوک کے مارے نبی کریم ﷺ کے پیٹ پر دو دو پتھر بندھے تھے اور دوسرے مجاہدین نے اس سنتِ نبوی کی پیروی کی ایسے میں کھانا فراہم کرنا یقیناً سب سے بڑی فوجی خدمت تھی‘‘۔[14]

خواتین کی رفاہی خدمات میں سے ایک خدمت میدان جنگ میں زخمی ہونے والے مجاہدین کو پانی پلانا تھا تاکہ تازہ دم ہو کر خدا کی راہ میں لڑیں۔اس رفاہی خدمت کو سرانجام دینے کے سلسلے میں مختلف خواتین کے نام سامنے آتے ہیں۔ان میں سے حضرتعائشہ بنت ابی بکرؓ اور ام سلیمؓ کے بارے میں حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ:

’’رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ، وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ، أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا، تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا، ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِهِمْ، ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآَنِهَا، ثُمَّ تَجِيئَانِ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ‘‘۔[15]

’’میں نے عائشہ بنت ابی بکرؓ اور ام سلیمؓ کو (غزوہ احد) میں دیکھا کہ وہ کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں اور میں ان کی پنڈلی کی پازیب کو دیکھ رہا تھا وہ دونوں مشکیں اپنی پشت پر لاد کر لاتی تھیں اور انہیں لوگوں کے منہ میں ڈالتی تھیں، پھر لوٹ جاتی تھیں پھر مشکیں بھر لاتی تھیں اور مجاہدین کے منہ میں ڈالتی تھیں‘‘۔

گویا جنگ میں ان بہادر خواتین کی امدادی کاروائیوں میں سے ایک کاروائی یہ بھی تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں لڑنے والوں کو جنگ میں رسد فراہم کرتی تھیں۔اس طرح مجاہدین یک سوئی سے لڑتے تھے اور خواتین ان کے لیے معاون ثابت ہوتی تھیں۔

اس ضمن میں سیدہ امیہ بنت قیسؓ کا واقعہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں یوں لکھا ہے کہ:

’’جئت رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في نسوة من غفار فقلنا: إنا نريد أن نخرج معك في وجهك هذا فنداوي الجرحى، ونعين المسلمين بما استطعنا، فقال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " على بركة الله‘‘۔[16]

’’وہ بنو غفار کی چند خواتین کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور گزارش کی یارسول اللہ ﷺ! "ہم چاہتی ہیں کہ اس مہم خیر میں آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی نکلیں۔زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی اور جو کچھ بن پڑے گا مسلمانوں کے لشکر کے لیے سرانجام دیں گی۔حضور نے فرمایا: ’’اللہ اس میں برکت دے‘‘۔

بلاشبہ آپ ﷺ کا خواتین کے لیے برکت کی دعا کرنا ثابت کرتا ہے کہ خواتین کی جنگی سرگرمیوں میں شرکت کوئی قابل مذمت بات نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ نے ان کے لیے بخوشی خیر وبرکت کی دعا فرمائی۔

بعینہ عہدِ رسالت اور عہدِ خلفائے راشدین کی جنگی سرگرمیوں کا جائزہ لینے سے ایک اوراہم پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ حالات کے مطابق ضرورت پڑنے پر خواتین نے میدانِ جنگ میں آکر عملی شرکت بھی کی یعنی ایک طرف خواتین کی جنگ میں شرکت بطور معاونین کے تھی تو دوسری طرف خواتین میں جنگی حوالے سے اس قدر جوش وجذبہ موجود تھا کہ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے وہ لڑنے کے لیے میدانِ جنگ میں اتر جاتی تھیں۔

اگر اس پہلو سے خواتین صدر اسلام کی جنگی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے تو جن خواتین کے نام سامنے آتے ہیں ان میں سے نسیبہ بنت کعبؓ بھی ہیں جو اپنی کنیت ام عمارہؓ سے مشہور ہیں انہوں نے خلافتِ اسلامی کے اولین دور کے متعدد غزوات میں شرکت کی یعنی حضرت ام عمارہؓ نے غزوات میں مختلف رفاہی خدمات سر انجام دینے کے ساتھ ساتھ جنگ کے میدان میں جدال وقتال بھی کیا یعنی جہاد میں عملی شرکت بھی کی

گویا خواتین امدادی کاروائیوں کے ساتھ جنگ کے میدان میں شرکت کے لیے ہر وقت تیار رہتی تھیں اور انہیں میدان جنگ میں استعمال ہونے والے ہتھیاروں سے بھی بخوبی واقفیت حاصل تھی۔

ہتھیاروں کی کمی کے باعث مسلم خواتین کے ہاتھ جو چیز لگ جاتی اسی کو لے کر میدان جنگ میں کود پڑتی تھیں جیسا کہ ام موسیٰ الخمیۃؓ جو نصیر اللخمی کی زوجہ ہیں یہ اپنے شوہر کے ساتھ جنگ یرموک میں شریک ہوئیں۔وہ بیان کرتی ہیں کہ:

''أم موسى اللّخمية، شهدت مع زوجها اليرموك، تقول: بينما نحن في جماعة من النّساء إذ جال الرجال جولة، فأبصرت علجا يجر رجلا من المسلمين، فأخذت عمود الفسطاط ثم دنوت منه فشدخت به رأسه، وأقبلت أسلبه، فأعانني الرجل على أخذه''۔[17]

''ہم عورتوں کی جماعت میں تھیں اچانک مردوں نے حملہ کیا تو مجھے ایک کافر کسی مسلمان کو گھسیٹے ہوئے نظر آیا۔میں نے جلدی سے خیمے کا کھونٹا لے کر قریب ہو کر اس کا سر کچل دیا اور اس کا سامان لینے لگی تو وہی مسلمان مرد میری مدد کرنے لگا''۔

چنانچہ احادیث کے عظیم ذخیرہ کا اگر جائزہ لیں تو متعدد روایات ثابت کرتی ہیں کہ جنگ میں شرکت کرنے والی خواتین کو مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا کیا گیا۔ بعض خواتین کو مردوں کے برابر حصہ دیا گیا اور بعض خواتین کو مطلقاً مالِ غنیمت عطا کیا گیا اور خواتین کو مالِ غنیمت میں سے مختلف نوعیت کی چیزیں دی گئیں۔اس سلسلے میں جن خواتین کے نام سامنے آتے ہیں ان میں سے ایک نام ام الضحاک بنت مسعودؓ کا ہے جن کے بارے میں ابن اثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں:

''أم الضحاك بنت مسعود الأنصارية الحارثية شهدت خيبر مع النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فأسهم لها سهم رجل''۔[18]

''وہ خیبر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ نے انہیں ایک مرد کے برابر حصہ دیا''۔

اسی طرح حمنہ بنت جحش کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں:

''أطعمها رسول اللَّه صلّى اللَّه عليه وسلّم من خيبر ثلاثين وسقا ''۔[19]

''رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خیبر میں تیس وسق کھجوریں دیں''۔

انہی خوش نصیب خواتین میں کعیبہ بنت سعیدؓ بھی شامل ہیں جنہیں یہ شرف حاصل ہوا جن کے بارے میں ابن عبد البر نے الاستیعاب میں یوں لکھا ہے:

''كعيبة بنت سَعِيد الأسلمية،شهدت خيبر مَعَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فأسهم لَهَا سهم رجل''۔[20]

''یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک تھیں اور انہیں نبیکریم ﷺ نے ایک مرد کے حصے کے برابر عطا کیا''۔

خواتین کو مالِ غنیمت میں سے دیئے گئے حصے کی مقدار کے عمومی جائزہ کے لیے اس کی وضاحت چارٹ کی صورت میں کی گئی ہے۔

نمبر شمار	خاتون کا نام	غزوہ کا نام	مقدار
1	ام الضحاک بنت مسعودؓ	خیبر	مرد کے برابر حصہ
2	حمنہ بنت جحشؓ	خیبر	تیس وسق کھجوریں
3	ام مطاع اسلمیہؓ	خیبر	مرد کے برابر حصہ
4	ام رمثہؓ	خیبر	چالیس وسق

5	ام سنان اسلمیہؓ	خیبر	مطلقاً حصہ
6	کعبیہ بنت نسیبہؓ	خیبر	مرد کے برابر حصہ
7	ام زیاد اشجعیہؓ	خیبر	مرد کے برابر حصہ

یہ وہ خواتینِ اسلام ہیں جن کی غزوات میں شرکت کو قابلِ قدر گر دانتے ہوئے نبیکریم ﷺ نے غنیمت میں سے حصہ دیا۔اس حوالے سے غزوہ خیبر کانام سامنے آتاہے کہ اس غزوہ میں خواتین کومالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیااس کی بنیادی وجہ ہے کہ یہ وہ غزوہ ہے جس میں مسلمانوں کو بہت سامالِ غنیمت حاصل ہوا تھا۔

الغرض تاریخ کے اوراق ثابت کرتے ہیں کہ خواتین نے جنگوں میں مختلف انداز میں حصہ لیااگرچہ خواتین پر جہاد فرض نہیں قرار دیا گیالیکن نبی کریم ﷺ نے حالات کے مطابق خواتین کو جنگ میں شرکت کی اجازت عطافرمائی۔ آپ ﷺ کی اس اجازت کے پیچھے بہت سی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔جیسا کہ اس اجازت کے پیچھے خواتین کی حوصلہ افزائی کرنا تھااور خواتین کے جذبہ دین کی خدمت کااحترام کرنا تھا۔لہٰذا خواتین نے مختلف جنگوں میں شرکت کر کے مختلف نوعیت کی خدمات سرانجام دیں بلکہ بعض اوقات حالات وضروریات کے مطابق خواتین نے جنگ کے میدان میں عملاً بھی اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا۔ چنانچہ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ پہلی صدی ہجری میں فتوحات اسلام میں ان مسلم خواتین کاجذبہ و کردار بے مثال تھا۔

مسلم خواتین کے قیامِ امن کے لیے عسکری کردار کے معاشرے پر اثرات:

معاش اور دفاع، انسانی معاشرے کے دواہم ستون ہیں، بظاہر اور سطحی نظر سے معاش زیادہ اہم نظر آتا ہے کہ کھانے پینے پر انسانی زندگی کاانحصار ہے۔لیکن حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ بچے کے اس دنیامیں آنے سے قبل ہی اسکا دفاعی نظام کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔نو مولود ابھی ماں کے پیٹ سے برآمد ہورہاہوتا ہے کہ ماحول کے جرثومے اس پر حملہ آور ہوچکے ہوتے ہیں، بچے کے زندہ بچ جانے کاانحصاراس دفاعی نظام کی کامیابی پر ہے بصورت دیگر موت کے مہیب سائے اسے اپنی آغوش میں لے کر منوں مٹی کے نیچے داب دیتے ہیں۔ محسن انسانیت ﷺ اگرچہ قافلے کی تلاش میں نکلے کہ پیش نظر معاش تھالیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی مقصود تھااور وہ عین فطرت انسانی کے مطابق تھا کہ معاش سے قبل دفاع مضبوط کیا جائے، خواہ پیٹ پر پتھر باندھ کر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ میدان بدر کا پہلا نتیجہ مسلمانوں کی دفاعی کامیابی تھی اور دشمن کی دفاعی شکست تھی اگرچہ دشمن اپنی معاش یعنی وہ قافلہ بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ قرب وجوار کے قبائل پر بالخصوص جبکہ دیگر عرب قبائل پر بالعموم دھاک بیٹھ گئی کہ قریش جو صدیوں سے ناقابل تسخیر تھے مسلمان قوت کے ہاتھوں بری طرح پٹ گئے۔

جہاد کا تصور:

بلاشبہ جہاد کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سخت کوشش اور جاں فشانی سے کام کرنا ہے۔ لغوی اعتبار سے جہاد کا مطلب جدوجہد یاجاری رہنے والی سخت کوشش ہے۔ جو لوگ عربی زبان سے واقف ہیں وہ بہتر جانتے ہوں گے کہ اس زبان میں گرائمر کے اعتبار سے مختلف ابواب ہوتے ہیں۔ ایک ہی باب کے الفاظ کے مطالب میں تو تسلسل ہوتا ہے لیکن ہر ایک کامفہوم یامدعامختلف ہوتا ہے۔ مشتقات کے اعتبار سے، جہاد کے لفظ کے باب میں قتال (لڑائی) نزال (جھگڑا)، نصاب (متعین مقدار) وغیرہ شامل ہیں۔ دو متماثل اصطلاحیں جو جہاد کے تصور سے متعلقہ ہیں اور جن کامادّہ ایک ہی ہے، ایک 'مجاہدہ' جس کا مطلب ہے مشترکہ جدّوجہد اور دوسرا لفظ ایک مشتق 'اجتہاد' ہے جس کا مطلب ہے مرتکز کوشش۔ اگر یہ کوشش علمی ہے تو یہ اجتہاد ہے، اگر یہ روحانی ہے تو مجاہدہ ہے ، اور اگر یہ جسمانی ہے تو یہ جہاد ہے۔

چنانچہ مجاہدہ اور اجتہاد کے حوالے کے بغیر جہاد کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ، جہاد کے بنیادی فلسفے کا اسلام کی آفاقیت کے ساتھ بڑا گہرا اور ناقابلِ جُدا تعلق ہے۔

جہاد اور اسلامی تعلیمات کی آفاقیت کے مابین ناگزیر تعلق کو قرانِ پاک کی سورۃ الحج میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ سورۃ، جو کہ مدینہ میں نازل ہوئی تھی، اس میں پہلی مرتبہ ایک ایسی آیت شامل تھی جس میں دفاعی جنگ اور طاقت کے استعمال کاذکر تھا۔ اس کامفہوم کچھ یوں ہے: " جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، انہیں اجازت دے دی گئی ہے۔ اللہ یقیناًان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے"۔ اس حکم کے ذریعے مدینہ کے مسلمانوں کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کا دفاع کریں اور ان لوگوں سے جنگ کریں جنہوں نے انہیں ان کے گھروں سے نکالا اور ان پر ظلم کیا۔ اسلامی اصطلاح میں یہ آیت "اجازت کی آیت" یا آیت الاِذن کے نام سے معروف ہے۔

بلاشبہ حج ایک چھوٹے پیمانے پر اسلام کی آفاقیت، انسان دوستی کی علامت اوراس کا مظہر ہے۔ اسی طرح جہاد مسلم امت کی وحدانیت اوراس کے پیغام کی آفاقیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ جہاد کا مقصد لوگوں کو زبردستی اسلام قبول کروانا نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی آیت کے مفہوم سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں،اس کی بجائے، جہاد کا مقصد افراد انسانی اور معاشروں میں ہمہ گیر، ہم آہنگ اور مکمل تبدیلی لانا ہے۔ افراد اور معاشروں کی مکمل اور ہم جہت تبدیلی، حتی مقصد ہے جس کو مختصر وقت میں حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مقصد ایک دو دن حتی کہ دس یا بیس سال میں بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ ہر ہر مسلمان کا مستقل اور زندگی بھر کا مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن جب بھی جہاد کی جانب اشارہ کرتا ہے تو یہ افواج، حکمرانوں اور حکومتوں کا حوالہ نہیں دیتا بلکہ یہ افراد کا حوالہ دیتا ہے۔

قرآن پاک میں بہت سی آیات ایسی ہیں جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہیں '' وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں '' یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ جو نہی کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ الہامی کتاب یعنی قرآن پاک میں مذکور پیغام کی آفاقیت کو تسلیم کرلیتا ہے تو انسانی معاشرے کی فلاح کے لیے کی جانے والی مسلسل اور ہمہ جہت کوششوں کا حصہ بنااس پر فرض ہو جاتا ہے کیونکہ انسانیمعاشرے کی بہتری کی کوشش محض جسمانی بہتری، مادی خوشحالی یا انسانی زندگی کے ظاہری حسن تک محدود نہیں ہے۔ اگرچہ اسلام ترکِ دنیا کا درس نہیں دیتا اور ایک متوازن زندگی میں مادی خوشحالی کے کردار کو تسلیم کرتا ہے اور ایسی خوشحالی کو وہ مقصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس لیے جہاد یا اصلاح اور بہتری کی کوشش کا آغاز انسانی روح اور جسم کے اندر سے ہوتا ہے۔ ایسا اس وجہ سے ہے کہ اسلام چند مخصوص رجحانات کے تحت انسان کو تقسیم کرنے کے تصور کا حامی نہیں ہے۔ قرآن ایک انسان کی تخلیق کو پورے آفاق اور کائنات کی تخلیق سے تشبیہہ دیتا ہے۔ ایک انسان اپنی صلاحیتوں اور امکانات کے اعتبار سے اتناہی لامحدود ہے جتنی یہ ساری کائنات ہے۔ چنانچہ اس قابلیت کو سامنے لانے، اس کو عمل میں بدلنے اور ہر قدم پر اس صلاحیت کو عمل میں ڈھالنے کے کام کو یقینی بنانے کے لیے ایک مسلسل کوشش درکار ہے۔ یہ مسلسل کوشش جہاد کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ انسان کے اندر سے شروع ہوتی ہے۔ اگر تو دل پاکیزہ ہے، ساری زندگی بھی پاکیزہ ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ''۔[21]

'' جان لو کہ انسان کے جسم میں (گوشت کا) ایک ٹکڑا ہے۔ جب تک یہ ٹکڑا درست رہتا ہے، سارا جسم درست رہتا ہے اور جب یہ ٹکڑا آلودہ ہو جاتا ہے تو سارا جسم آلودہ ہو جاتا ہے۔ یہ ٹکڑا دل ہے''۔

ایک مفسرِ قرآن نے بیرونی جہاد کی مندرجہ ذیل تین اقسام میں درجہ بندی کی ہے۔

(i)اعلانیہ دشمن کے خلاف جہاد

(ii)شیطان کے خلاف یعنی برائی کی طاقتوں کے خلاف جہاد اور iii)خود مسلمانوں میں موجود برائی کی طاقتوں کے خلاف جہاد

ایک دشمن اس وقت کھُلا دشمن بن جاتا ہے جب:

(i) وہ مسلمانوں پر حملہ کرے، ان کے خلاف کھلی جارحیت کا مرتکب ہو اور اخلاق و قوانین کی مسلمہ اقدار کو پامال کرے۔

(ii)وہ کسی ایسے ملک میں، جو کہ مسلمان حکومت کی پہنچ میں ہو۔ مسلمان اقلیت کو آزار پہنچائے، بین الاقوامی معیارات یا ایسی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے رائج اقدار کو پامال کرے اور یہ اقلیتیں مسلمانوں سے ان کے خلاف مدد اور سہارے کی طالب ہوں

(iii) اور یہ ہمسائے میں انتشار اور بدنظمی پیدا کرے۔

چنانچہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ طاقت کے استعمال سے متعلق اسلامی قوانین، اسلام کے جنگی قوانین کا حصہ ہیں جو کہ اسلام کے وسیع تر بین الاقوامی قانون کا اہم اور نمایاں حصہ ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ اسلام کے بین الاقوامی قانون میں رتبے یا جواز کے متعلق کبھی سوالات نہیں اٹھائے گئے۔ اسلامی قانون میں شہری اور بین الاقوامی قوانین کے مابین کوئی فرق یا امتیاز نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں قسم کے قوانین کا سرچشمہ قرآنِ پاک اور نبی کریم ﷺ کی ہدایتِ مبارکہ ہے اس لیے شہری و بین الاقوامی قوانین ایک ہی قانونی نظام کا جزوِ لاینفک ہیں۔ چنانچہ اسلام میں جنگ کے قانون اور بین الاقوامی تعلقات کے قوانین کو وہی حرمت، طاقت اور حمایت حاصل ہے جو دوسرے مذہبی عقائد اور اسلامی نظام کے دوسرے قوانین کو حاصل ہے۔

بلاشبہ جنگ کے اصول و قوانین میں اسلام نے جو بنیادی اصلاح کی ہے وہ یہ ہے کہ طاقت کے استعمال کو صرف شریک جنگ تک محدود کیا ہے ۔ یہ انتہائی بنیادی قانون ہے جو نہ صرف قرآن بلکہ احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ طاقت کا استعمال ان لوگوں تک محدود ہونا چاہیے جو میدانِ جنگ میں جنگی کارروائیوں میں حصہ لے رہے ہوں۔ آجمیدانِ جنگ کو محدود کرنا یا اس کی حدود کو بیان کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حقیقی جنگ میں شریک افراد کو نشانہ بنائیں

اور اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ جو لوگ سٹریکجنگ نہیں ہیں وہ محفوظ و مامون رہیں یعنی عورتوں اور بچوں کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ مذہبی افراد کو نشانہ نہیں بنایا جاسکتا تارک الدنیا افراد اور درویشوں کو نہیں چھیڑا جاسکتا ۔ اس طرح وہ افراد جو لڑائی میں حصّہ نہ لینے والے ہوں یا دیگر افراد کو، جب تک وہ حقیقی جنگ کے مدار سے باہر رہیں، حملوں کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ عام آبادی کو تحفظ فراہم کیا جانا چاہیے۔ شہری آبادی اور شہری تنصیبات کو تباہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب باتیں ان ہدایات میں سے چند ہیں جو نبی کریم ﷺ اپنے مجاہدین کو دیا کرتے تھے۔ جب کبھی آپ ﷺ کوئی فوج روانہ کرتے، وہ ان کے لیے ضابطۂ اخلاق بناتے اور حکم دیتے کہ یہ ضابطہ تمام فوجیوں کو پڑھ کر سُنایا جائے۔ اس رواج پر اولین خلفاء اور بعد میں بہت سے مسلمان حکمران بھی عامل رہے

اسلام کے قانون جنگ کا دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ قانونی طور پر تسلیم شدہ سیاسی حکومت کی اجازت کے بغیر طاقت کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ اگر ایسی حکومت کا وجود موجود ہو تو کسی بھی ہمسایہ یا ملحقہ ملک کے خلاف حملہ یا جنگی نوعیت کی کارروائیاں نہیں کی جاسکتیں۔ معروف حنفی فقیہہ اور حنفی طبقہ فکر کے بانیوں میں سے ایک امام ابو یوسف نے اس اصول کو اس پیرائے میں یوں بیان کیا ہے: لاتسری سریۃ بغیر اذن الامام، جس کا مطلب ہے "حکومت کی اجازت کے بغیر کسی (جنگی) مہم کو روانہ نہیں کیا جاسکتا" دوسرے فقہاء کا بھی یہی خیال ہے کہ جہاد ریاست کے امور میں سے ایک ہے۔ جب بھی مناسب سمجھا جائے گا، ریاست جہاد شروع کرنے کا فیصلہ کرے گی ۔ گویا جہاد کا فیصلہ افراد نہیں کرسکتے یعنی جہاد کو امام یا امام کے نائب کی موجودگی کے بغیر منعقد نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام کے قانونِ جنگ کا تیسرا اصول عملی طور پر جنگ میں حصّہ نہ لینے والے افراد سے متعلق ہے۔ طبی امداد دینے والے اور اسی قبیل کے دوسرے افراد حتیٰ کہ اگر وہ جنگجوؤں اور حملہ آوروں کو مدد بھی فراہم کر رہے ہوں۔ انہیں جنگ میں شریک افراد کا حصہ نہیں سمجھا جاتا ۔ یہ رعایت نہ صرف طب سے وابستہ لوگوں کو دی گئی ہے، بلکہ دوسرا امدادی عملہ جن میں نرسیں، خدمت گار، کھانا پکانے والے، شہری ضروریات کی فراہمی کرنے والے، بہت عمر رسیدہ سپاہی اور وہ بوڑھے افراد جو جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں۔ بھی اس رعایت میں شامل ہیں چنانچہ ان سب افراد کو قتل اور طاقت کے استعمال سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

جنگ کا چوتھا اصول یہ ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس میں دھوکہ دہی کا عنصر شامل ہو۔ اس بات کو قرآنِ پاک کی دلیل حاصل ہے۔ قرآن پاک کی بہت سی آیات ہیں جن میں دھوکہ دہی اور کسی چیز کو، حتیٰ کہ دشمن کے سامنے بھیغلط انداز میں پیش کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔ اس بارے میں دو مثالوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ دوسرے خلیفہ راشد کے زمانے میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے مابین جنگ ہو رہی تھی تو ایک ایرانی درخت پر چڑھ گیا اور اسکی چوٹی پر پناہ لے لی۔ ایک مسلمان سپاہی نے اسے پالیا اور فارسی میں اسے کہنے لگا "ماترس" یعنی مت ڈرو ایرانی فوجی یہ سمجھا کہ شاید اسے پناہ اور تحفظ دے دیا گیا ہے، چنانچہ وہ نیچے اتر آیا۔ تاہم مسلمان فوجی نے اُسے قتل کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ کو اس معاملے کی خبر دی گئی تو انہوں نے ایک پالیسی بیان جاری کیا جس میں انہوں نے یہی فارسی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص دشمن فوجی کو "ماترس" اور بعد میں اسے قتل کرتے پایا گیا تو اس پر قتل کا مقدمہ چلایا جائے گا اور وہ سزائے موت کا حق دار ہو گا۔ ایسے عمل کو دوسرے خلیفۂ راشد نے قتل کے برابر گردانا۔ صرف اس وجہ سے کہ ارادے کو غلط انداز میں پیش کیا گیا یہاں دھوکہ دہی کو اس کے لغوی معنوں سے کہیں زیادہ وسیع کر کے منع کر دیا گیا۔

اسی لئے حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب ایک مسلمان ریاست کچھ افراد کے ساتھ کوئی معاہدہ کر بیٹھتی ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے ارادے دشمنی کی جانب مائل ہوں، پُر امن رہا جائے یعنی طرفین کو جذباتی طور پر پُر امن رہنا چاہیے۔ در حقیقت اسلام نے انسانیت کو ایسا قانونِ جنگ عطا کیا ہے جو جنگ کی آفت کے ان انسانی اصلاحی و فلاحی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے کہ جن سے جدید دُنیا پچھلی صدی تک ناواقف تھی۔ بین الاقوامی قانونِ جنگ و امن اور خاص طور پر بین الاقوامی انسانی فلاحی قانون کے بہت سے شعبے ایسے ہیں، جہاں عصری دنیا کو الہامی ہدایت سے جو کہ قرآن و سنت میں بیان کی گئی ہے اور بہت سی مسلمان حکومتیں جس پر عمل پیرا رہی ہیں ان سے فائدہ اُٹھانے کی ضرورت ہے۔

Bibliography:

[1] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، التاریخ الاوسط، دار الوعی، مکتبۃ دار التراث، حلب، القاہرۃ، طبع اولیٰ، 1977ء، ج4، ص133

[2] ابن حجر، عسقلانی، ابن حجر، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، 1415ھ، ج8، ص183

[3] ابن حجر، الاصابہ، ج8، ص441

[4] محمد بن سعد، (م168ھ)، الطبقات الکبریٰ، دار مصادر بیروت، لبنان، 1990ء، ج8، ص305

[5] عبد الغنی، چودھری، دختران اسلام، ص28

[6] ہزاروی، غلام غوث، جنگ سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں، ص284

[7] ندوی، عبد القیوم، باکمال خواتین ،مکتبہ قریش لاہور، 1985ء، ص317

[8] مسلم، مسلم بن حجاج، الصحیح، دار إحیاء التراث العربي، بیروت ،ج3، ص1442

[9] بخاری، الصحیح ،ج4ص34

[10] ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، 1992ء ،ج4، ص1910

[11] ابن حجر، الاصابہ، ج8ص88

[12] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، ج8، ص303

[13] مسلم، صحیح، ج3ص1447

[14] یٰسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، نبی اکرم اور خواتین،، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1968ء ص104

[15] صحیح مسلم، ج3، ص1443

[16] ابن اثیر، علی بن محمد (م630ھ / 1233ء) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،، المکتبۃ الاسلامی ریاض سعودیہ عرب، 1993ء ،ج7ص29

[17] ابن حجر، الاصابہ، ج8، ص482

[18] ابن اثیر، علی بن محمد اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج7ص343

[19] ابن حجر، الاصابہ، ج8، ص89

[20] ابن عبد البر، الاستیعاب، ج4، ص1907

[21] بخاری، الصحیح ج1، حدیث52